سوال

(110) نماز میں عورت کی امامت

جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ایک سوال درپش ہے کہ کیا عورت عورتوں کی امامت یا عورتوں مردوں کی اکٹھی امامت کرا سکتی ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔ (چوہدری محمد اکرم گجر ، جلال بلگن ضلع گوجرانوالہ)

الجواب بعون الوہاب بشرط صحۃ السؤال

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علىٰ رسول اللہ، أما بعد!

اس مسئلے میں علماء کرام کا اختلاف ہے کہ کیا عورت نماز میں عورتوں کی امام بن سکتی ہے یا نہیں؟ ایک گروہ اس کے جواز کا قائل ہے۔

ایک روایت میں آیا ہے۔

"وكان رسول اللہِ صلى اللہ عليه وسلم يَزُورُهَا فِي بَيْتِهَا وجَعَلَ لها مُؤَذِّنًا يُؤَذِّنُ لها، وَأَمَرَهَا أَنْ تَؤُمَّ أَهْلَ دَارِهَا"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان (اُم ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی ملاقات کے لیے ان کے گھر جاتے آپ نے ان کے لیے اذان دینے کے لیے ایک موذن مقرر کیا تھا اور آپ نے انہیں (اُم ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو) حکم دیا تھا کہ انہیں (اپنے قبیلے یا محلے والیوں کو) نماز پڑھائیں۔ (سنن ابی داود، کتاب الصلوۃ باب امامۃ النساء ح 593 وعنہ البیہقی فی الخلافات قلمی 4 ب)

یہ سند حسن ہے اسے ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ (1676) اور ابن الجارود رحمۃ اللہ علیہ (المنتقی: 333) نے صحیح قرار دیا ہے۔

اس حدیث کے بنیادی راوی ولید بن عبداللہ بن جمیع صدوق، حسن الحدیث تھے۔ (دیکھئے تحریر قریب التہذیب: 7432)

یہ صحیح مسلم وغیرہ کے راوی اور جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ وصدوق تھے لہٰذا اس پر جرح مردود ہے۔

ولید کے استاد عبدالرحمٰن بن خلاد ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ، ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ اور ابن الجارود رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ثقہ و صحیح الحدیث تھے لہٰذا ان پر "حالہ مجہول" والی جرح مردود ہے۔

لیلیٰ بنت مالک (ولید بن جمیع کی والدہ) کی توثیق ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ اورابن الجارود رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی حدیث کی تصحیح کرکے کردی ہے لہٰذا ان کی حدیث بھی حسن کے درجہ سے نہیں گرتی۔

اس حدیث کا مفہوم کیا ہے؟ اس کے لیے دو اہم باتیں مدنظر رکھیں۔

اول: حدیث حدیث کی شرح وتفسیر بیان کرتی ہے اس کے لیے حدیث کی تمام سندوں اورمتون کو جمع کرکے مفہوم سمجھا جاتا ہے۔

دوم: سلف صالحین (محدثین کرام راویان حدیث) نے حدیث کی جو تفسیر اورمفہوم بیان کیا ہوتا ہے اسے ہمیشہ مدنظر رکھا جاتا ہے۔ بشرطیکہ سلف کے مابین اس مفہوم پر اختلاف نہ ہو۔ اُم ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا والی حدیث پر امام ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 311ھ) نے درج ذیل باب باندھا ہے۔

"باب اِمامۃ المرأۃ النساء فی الفریضۃ"

فرض نماز میں عورت کا عورتوں کی امامت کرنے کا باب"

(صحیح ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ 3/89ح1676) امام ابوبکر بن المنذر النیسابوری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 318ح) فرماتے ہیں:

"امامۃ المرأۃ للنساء فقط" "توَم المرأۃ النساء فی "الصلاۃ" المکتوبۃ"

"فرض نمازوں میں عورت کا عورتوں کی امامت کرنے کا ذکر" (الاوسط فی السنن والاجماع والاختلاف ج4ص226)

ان دونوں محدثین کرام کی تبویب سے معلوم ہوا کہ اس حدیث میں "أَہْلَ دَارِہَا" سے مراد عورتیں ہیں مرد نہیں ہیں محدثین کرام میں اس تبویب پر کوئی اختلاف نہیں ہے۔ امام ابوالحسن الدارقطنی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 385ھ) فرماتے ہیں:

"حدثنا احمد بن العباس البغوي: حدثنا عمر بن شبۃ (حدثنا) ابوروی الدارقطنی عن الولید بن جمیع عن اُمہ عن اُم ورقۃ: «أن رسول اللہ۔صلی اللہ علیہ وسلم۔أذِن لها أن یؤذن لها ویقام وتوم نساءہا"

"بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُم ورقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو اس کی اجازت دی تھی کی ان کے لیے اذان اور اقامت کہی جائے اور وہ اپنی (گھر محلے کی) عورتوں کی (نمازیں) امامت کریں۔

(سنن دارقطنی ج1ص279ح1071وسندہ حسن وعنہ ابن الجوزی فی التحقیق مع التنقیح1/253ح424وضعفہ دوسرا313ح387323)

اس روایت کی سند حسن ہے اوراس پر علامہ ابن الجوزی کی جرح غلط ہے۔

ابواحمد محمد بن عبداللہ بن الزبیر الزبیری کتب ستہ کے راوی اورجمہور کے نزدیک ثقہ تھے لہٰذا وہ صحیح الحدیث ہیں۔

امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ثقہ ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: صدوق ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

"حافظ للحدیث عابد مجتہد لہ اوہام"

حدیث کے حافظ محنتی عبادت گزار، آپ کو اوہام ہوئے۔ (الجرح والتعدیل 7/297)

عمر بن شبہ: صدوق لہ تصانیف (تقریب التہذیب: 4918) بلکہ ثقہ ہیں۔ (تحریر تقریب التہذیب 3/79) حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ثقہ (الکاشف 2/272)

احمد بن العباس البغوی: ثقہ تھے۔ (تاریخ بغداد 4/329 ت 2144)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ یہ سند حسن لذاتہ ہے۔ اس صحیح روایت نے اس بات کا قطعی فیصلہ کر دیا کہ:

"أَہْلَ دَارِہَا" سے مراد اُم ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر، محلے اور قبیلے کی عورتیں ہیں۔ مرد مراد نہیں ہیں۔

(تنبیہ: اس سے معلوم ہوا کہ اُم ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پیچھے ان کا موذن نماز نہیں پڑھتا تھا)

یہاں یہ بات حیرت انگیز ہے کہ کوئی پروفیسر خورشید عالم نامی (؟) لکھتے ہیں۔

"یہ دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ کے اپنے الفاظ ہیں حدیث کے الفاظ نہیں۔ یہ ان کی اپنی رائے ہے۔ سنن دارقطنی کے علاوہ حدیث کی کسی کتاب میں یہ اضافہ نہیں، اس اضافے کو بطور دلیل پیش نہیں کیا جا سکتا" (اشراق 17/5 مئی 2005ء ص 3839)

حالانکہ آپ نے ابھی پڑھ لیا ہے کہ حدیث کے الفاظ ہیں دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ کے اپنے الفاظ نہیں ہیں بلکہ راویوں کی بیان کردہ روایت کے الفاظ ہیں۔ انہیں امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ کی "اپنی رائے" کہنا غلط ہے۔ جن لوگوں کو روایت اور رائے میں فرق معلوم نہیں ہے وہ کیوں مضامین لکھ کر اُمت مسلمہ میں اختلاف و انتشار پھیلانا چاہتے ہیں؟

رہا یہ مسئلہ کہ یہ الفاظ سنن دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ حدیث کی کسی کتاب میں نہیں ہیں تو عرض ہے کہ امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ ثقہ و قابل اعتماد امام تھے۔

شیخ الاسلام ابو الطیب طاہر بن عبد اللہ الطبری (متوفی 450ھ) نے کہا:

"کان الدارقطنی أمیر المؤمنین فی الحدیث"

حدیث میں دارقطنی اہل ایمان کے امیر تھے۔ (تاریخ بغداد 12/36 ھ 6404)

خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 363ھ) نے کہا:

"قال عنہ الخَطیب البغدادیّ: "کان فرید عصرہ، وقریع دہرہ، ونسیجُ وحدہ، وإمام وقتہ، انتہی إلیہ علم الأثر والمعرفۃ بعلل الحدیث، وأسماء الرِّجال، وأحوال الرُّواۃ، مع الصِدق والأمانۃ، والفقہ والعدالۃ، وقبول الشّہادۃ، وصحّۃ الاعتقاد، وسلامۃ المذہب، والاضطلاع بعلوم سوی علم الحدیث".

وہ یکتائے روزگار اپنے زمانے کے سردار علم وہنر میں یگانہ اور اپنے زمانے کے امام تھے۔ علیم حدیث عمل کی معرفت، اسماء رجال اور راویوں کے حالات معلوم کرنا ان پر ختم تھا وہ سچائی امانت، فقہ عدالت (اور ثقاہت) قبول شہادت، صحت اعتقاد اور سلامت مذہب کے ساتھ موصوف تھے۔ (تاریخ بغداد 123 ت 6404)

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"الدارقطنی الإمام الحافظ المجود شیخ الإسلام علم الجہابذۃ" (سیر اعلام النبلاء 16/449)

اس جلیل القدر امام پر متاخر حنفی فقیہ محمد بن احمد العینی (متوفی 855ح) کی جرح مردود ہے۔ عبد الحیٔ لکھنوی نے اس عینی کے بارے میں لکھا:"

"ولولم يكن فيه رائحة التعصب المذهبي لكان أجود وأجود"

اگراس (عینی) میں مذہبی (یعنی حنفی) تعصب کی بدبو نہ ہوتی تو بہت ہی اچھا ہوتا (الفوائدالبہیہ ص208)

تنبیہ: امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ تدلیس کے الزام سے بری ہیں۔

دیکھئے میری کتاب الفتح المبین فی تحقیق طبقات المدلسین (19/1)

جب حدیث نے بذات خود حدیث کا مفہوم متعین کر دیا ہے اور محدثین کرام بھی اس حدیث سے عورت کا عورتوں کی امامت کرانا ہی سمجھ رہے ہیں تو پھر لغت کی مدد اور الفاظ کے ہیر پھیر سے عورتوں کو مردوں کا امام بنا دینا کس عدالت کا انصاف ہے؟

ابن قدامہ لکھتے ہیں۔

"وہذہ زیادۃ یجب قبولہا"

اور اس زیادت (نساء ھا) کا قبول کرنا واجب ہے (المغنی 2/16م1140)

یہاں یہ بھی یاد رہے کہ آثار سلف صالحین سے صرف عورت کا عورتوں کی امامت کرانا ہی ثابت ہوتا ہے۔ عورت کا مردوں کی امامت کرانا کسی اثر سے ثابت نہیں ہے۔

ریطہ الحنفیہ (قال العجلی: کوفیۃ تابعیۃ ثقہ) سے روایت ہے۔

"أَمَّتنا عائِشَةُ فقامَت بَينَهُنَّ فِي الصَّلاةِ المَكتُوبَةِ"

ہمیں عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے فرض نماز پڑھائی تو آپ عورتوں کے درمیان کھڑی ہوئی تھیں۔

(سنن دارقطنی 1/404ح1429وسندہ حسن وقال النیموی فی آثار السنن 514"واسنادہ صحیح"وانظر کتابی انوار السنن فی تحقیق آثار السنن ق103)

امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ (مشہور تابعی) نے فرمایا:"

"تَؤُمُّ النِّسَاءَ، تَقُومُ مَعَهُنَّ فِي صَفِّهِنَّ"

"عورت عورتوں کو رمضان کی نماز پڑھائے (تو) وہ ان کے ساتھ صف میں کھڑی ہو جائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ 2/89ح4955وسندہ صحیح عنعنۃ ہشیم عن حصین محمولۃ علی السماع انظر شرح علل الترمذی لابن رجب 2/562والفتح المبین فی تحقیق طبقات المدلسین لراقم الحروف 111/3)

ابن جریج نے کہا:""عورت جب عورتوں کی امامت کرائے گی تو وہ آگے کھڑی نہیں ہوگی بلکہ ان کے برابر (صف میں ہی) کھڑی ہو کر فرض و نفل پڑھائے گی"

مصنف عبدالرزاق 3/140ح5080اس روایت کی سند عبدالرزاق کی تدلیس (عن) کی وجہ سے ضعیف ہے)

معمر بن راشد نے کہا:

"تؤمهن فی رمضان، وتقوم معهن فی الصف"

اس پر سلف صالحین کا اجماع ہے کہ عورت جب عورتوں کو نماز پڑھائے گی تو صف سے آگے نہیں بلکہ صف میں ہی ان کے ساتھ برابر کھڑی ہو کر نماز پڑھائے گی۔

مجھے ایسا ایک حوالہ بھی باسند نہیں ملا جس سے یہ ثابت ہو کہ سلف صالحین کے سنہری دور میں کسی عورت نے مردوں کو نماز پڑھائی ہو یا کوئی مستند عالم اس کے جواز کا قائل ہو۔

(اسی طرح کسی روایت میں اُم ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے موذن کا ان کے پیچھے نماز پڑھنا بھی قطعاً ثابت نہیں)

ابن رشد (متوفی 515ھ) وغیرہ بعض متاخرین نے بغیر کسی سند و ثبوت کے یہ لکھا ہے۔ کہ ابو ثور (ابراہیم بن خالد متوفی 240ھ) اور محمد بن جریر) الطبری (متوفی 310ھ) اس بات کے قائل ہیں کہ عورت مردوں کو نماز پڑھا سکتی ہے۔ (دیکھئے بدایۃ المجتہد ج1 ص145، المغنی فی فقہ الامام احمد 2/15 مسئلہ: 1140)

چونکہ یہ حوالے بے سند ہیں لہٰذا مردود ہیں۔

خلاصۃ التحقیق:

عورت کا نماز میں عورتوں کی امامت کرانا جائز ہے مگر وہ مردوں کی امام نہیں بن سکتی۔ وما علینا الا البلاغ (3 ربیع الاول 1426ھ) (الحدیث: 15)

ھذا ما عندي واللہ أعلم بالصواب

فتاوی علمیہ

جلد 1۔ کتاب الصلاۃ۔ صفحہ 287

محدث فتویٰ